ششماہی علوم القرآن، علی گڑھ، ۱۸/۲، جولائی۔دسمبر سن ۲۰۰۳ء

قرآن کریم کا تصور حقوق انسانی

ظفر الاسلام اصلاحی

یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہے کہ قرآن کریم سرچشمۂ رشد وہدایت ہے۔حیات انسانی کے جملہ شعبوں میں یہ رہنمائی کا بہترین ذریعہ ہے۔قرآن نے خود اپنے جو اوصاف بیان کیے ہیں ان میں سب سے اہم یہ ہے کہ یہ کتاب سراپا ہدایت ہے جو انسانوں کو کامیابی تک پہنچانے والی راہ دکھاتی ہے۔اسی وصف کو قرآن نے کہیں ''ھدیً للناس '' سے تعبیر کیا ہے اور کہیں '' ھدیً للمومنین '' یا '' ھدیً للمتقین '' سے۔ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

شھر رمضان الذی انزل فیه القرآن ھدیً للناس وبیّنٰت من الھدیٰ والفرقان (البقرہ/۱۸۵)

زیر بحث موضوع کے اعتبار سے یہ بات بڑی اہمیت کی حامل ہے کہ قرآن مجید نے نہ صرف یہ واضح کیا کہ انسان پر اس کے خالق ومالک کا کیا حق ہے بلکہ اسے یہ بھی بتایا کہ اس جیسے انسانوں کے اس پر کیا حقوق ہیں، ان کی ادائیگی و پاسداری کیسے کی جائے اور یہ کہ ان کی پامالی سے انسانی زندگی میں کیا کیا تباہیاں آتی ہیں اور انسان کا امن وسکون کس طرح غارت ہو جاتا ہے۔قرآن نے جہاں نماز، روزہ، حج وزکوۃ کی فرضیت بیان کی اور ان کی ادائیگی پر زور دیا اسی کے ساتھ یہ وضاحت بھی کی کہ جان ومال اور عزت وآبرو کے تحفظ اور اظہار رائے کی آزادی کی نسبت سے انسان کو کچھ بنیادی حقوق حاصل ہیں اور ان کی بجا آوری لازمی ہے۔قرآن میں ایک دو نہیں متعدد مقامات پر اللہ تعالیٰ نے اپنی عبادت کے حکم کے ساتھ بندوں کے حقوق کی ادائیگی کی ہدایت فرمائی ہے۔اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

واعبدوا اللہ ولاتشرکوا بہ شیئا	اوراللہ ہی کی بندگی کرو اور کسی
وبالوالدین احسانا وبذی القربیٰ	چیز کوبھی اسکا شریک نہ ٹھہراؤ اور
والیتامیٰ والمساکین والجارذی	والدین ، قرابت مندوں یتامیٰ،
القربیٰ والجارالجنب	مساکین،قرابت دار پڑوس، بیگانہ
والصاحب بالجنب وابن السبیل	پڑوسی، ہم نشیں مسافر اور اپنے
وماملکت ایمانکم ان اللہ	مملوک کے ساتھ اچھا سلوک کرو۔
لایحب من کان مختالا فخوراً	بے شک اللہ اترانے والوں اورغرور
(النساء/۳۶)	کرنے والوں کوپسند نہیں کرتا۔

قرآن کریم سے یہ حقیقت بخوبی عیاں ہوتی ہے کہ انسان کی تخلیق کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے ضروریات زندگی کے وسائل اوراس کی رہنمائی کے اسباب مہیا کیے اوراس رہنمائی میں انسان کوانسان کے حقوق کی آگاہی بھی شامل تھی اور یہ کہ اسی رہنمائی کے لئے اللہ رب العزت نے انبیاء کرام علیہم السلام کی بعثت اوراپنے ہدایت ناموں کے نزول کا سلسلہ قایم کیا۔درحقیقت قرآنی توضیحات وتشریحات سے اس جدید تصور کی نفی ہوتی ہے کہ انسان اپنی تخلیق کے شروع کے دور میں اِن حقوق سے بالکل ناآشنا تھا۔رفتہ رفتہ تہذیب وتمدن کی ترقی کے ساتھ اس میں ان حقوق کا شعور پیدا ہوا۔قرآن کریم کے مطالعہ سے یہ صاف واضح ہوتا ہے کہ انسانی حقوق کا شعورانسان کی جبلت وفطرت میں داخل ہے۔اللہ تعالیٰ نے انسان کو پیدا کرنے کے ساتھ ہی اسے دیکھنے، سننے، جاننے سوچنے وسمجھنے کی صلاحیت عطا فرمائی اورادراک وشعور کے ذرائع عنایت کیے تاکہ وہ ان فطری صلاحیتوں سے کام لے کر خیر وشر میں تمیز کرسکے، اپنے خالق ومالک کو پہچانے اوراپنے ہم جنسوں کے ساتھ تعلقات ومعاملات میں صحیح وغلط کا اندازہ کرسکے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

ذالك عالم الغيب والشهادة العزيز الرحيم الذی احسن کل شیئی خلقه وبدأ خلق الانسان من طین ثم جعل نسله من سللة من ماء مهین ثم سواه ونفخ فیه من روحه وجعل لکم السمع والابصار والافئدة قلیلاً ماتشکرون (السجدہ/۶۔۹)

وہی ہر ظاہر پوشیدہ کا جاننے والا زبردست اور رحیم ہے جو چیز بھی اس نے بنائی خوب بنائی۔اس نے انسان کی تخلیق کی ابتدا گارے سے کی پھر اس کی نسل ایسے ست سے چلائی جو حقیر پانی کی طرح ہے پھر اس کو درست کیا اور اس کے اندر اپنی روح پھونک دی اور تم کو کان دیے، آنکھیں دی اور دل دیے تم لوگ کم ہی شکر ادا کرتے ہو۔

ونفس وماسواها فالهمها فجورها وتقواها (الشمس/۷۔۱۰)

اور قسم نفس انسان کی اور اس ذات کی قسم جس نے اسے ہموار کیا اور پھر اس کی برائی و پرہیز گاری اس پر الہام کر دی۔

اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرام علیہم السلام کے توسط سے اسی شعور کو بیداری بخشی اور ان کی بعثت سے انسانوں کو اپنے اور اپنے بندوں کے حقوق کی یاددہانی کا اہتمام فرمایا اور قیام عدل کو ان کے فرائض میں شامل کر کے اس بات کو یقینی بنایا کہ انسانی حقوق کی پامالی کی صورت میں متاثرین کو چارہ جوئی کا حق حاصل ہو اور ان کے معاملات کے تصفیہ میں انصاف کے تقاضوں کو پورا کیا جائے۔

ارشاد ربانی ہے:۔

لقدارسلنارسلنابالبینٰت وانزلنا معهم الکتاب والمیزان لیقوم الناس بالقسط (الحدید/۲۵)

ہم نے اپنے رسولوں کو واضح ہدایات کے ساتھ بھیجا اور ان کے ساتھ کتاب اور میزان نازل کی تاکہ لوگ انصاف پر قایم رہیں۔

اس طرح قرآن کی رو سے عقل وشعور اور خیر وشر میں تمیز کی صلاحیت خالق فطرت کی جانب سے انسان کو اولین روز سے اس کی فطرت میں ودیعت ہے اور یہی

اس کے لئے مابہ الامتیاز ہے۔ اس لئے یہ کہنا صحیح نہ ہوگا کہ انسان ابتدائے آفرینش میں احساس وشعور سے بالکل عاری تھا اور اس میں خیر وشر میں تفریق کی صلاحیت مفقود تھی۔ اس پر مزید ثبوت اس سے فراہم ہوتا ہے کہ انسانی تاریخ میں جان کی حرمت کی پامالی کا پہلا واقعہ قابیل کے ذریعہ ہابیل کے قتل کی صورت میں پیش آیا۔ قرآن نے اس واقعہ کی جو تفصیل پیش کی ہے۔ اس سے یہ واضح ہوتا ہے کہ انہیں حرمت جان کا پورا احساس تھا۔ ہابیل نے اپنے بھائی سے صاف صاف یہ کہا کہ تم چاہے میرے قتل کا اقدام کرو لیکن میں ایسا نہیں کرسکتا اس لئے کہ میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہوں اور اگر تم نے یہ غلط کام کیا تو اس کا انجام بہت برا ہوگا اس لئے کہ تم ظلم کرنے والوں میں سے ہوگے۔ لیکن قابیل نفس سے ایسا مغلوب ہوا کہ اس کا احساس مردہ ہوگیا اور وہ قتل کا جرم کر بیٹھا۔ قرآن کی متعلقہ آیات ملاحظہ ہوں:

لئن بسطتّ الیّ یدك لتقتلنی ماانابباسط یدی الیك لاقتلك انی اخاف الله رب العالمین انی ارید ان تبوأ باثمی واثمك فتكون من اصحاب النار وذالك جزاء الظلمین۔ فطوعت له نفسه قتل اخیه فقتله فاصبح من الخسرین (المائدہ/۲۸۔۳۰)	اگر تم مجھے قتل کرنے کے لئے مجھ پر دست درازی کروگے تو میں تم کو قتل کرنے کے لئے تم پر دست درازی کرنے والا نہیں۔ میں اللہ رب العالمین سے ڈرتا ہوں میں چاہتا ہوں کہ میرا گناہ اور اپنا گناہ دونوں تم ہی لے کر لوٹو اور جہنم والوں میں بنو اور یہی سزا ہے ظالموں کی۔ بالآخر اس کے نفس نے اس کو اس کے بھائی کے قتل پر آمادہ کرلیا اور وہ اس کو قتل کر کے نامرادوں میں سے ہوگیا۔

یہاں یہ واضح رہے کہ اہل مغرب انسانی حقوق کا بہت زیادہ پروپیگنڈہ

کرتے ہیں اوراپنے آپ کو ان حقوق کا علمبردار ظاہر کرتے ہوئے دوسروں کو اس کا سبق سکھاتے ہیں جبکہ حقیقت یہ ہے کہ مغرب میں حقوقِ انسانی کی تاریخ بہت زیادہ قدیم نہیں ہے۔ کبھی اس کی اصل برطانیہ میں ۱۲۱۵ء میں کنگ جان (King John) کے جاری کردہ میگنا کارٹا (Megna Carta) سے منسوب کی جاتی ہے اور کبھی ۱۷۷۹ء میں فرانسیسی انقلاب کے بعد جاری کردہ منشورِ حقوقِ انسانی (Declaration of the Rights of Man) سے اسکا رشتہ جوڑا جاتا ہے اور بعض دفعہ یہ باور کرایا جاتا ہے کہ اس کی ترقی یافتہ شکل عالمی منشور حقوق انسانی (Universal Declaration of Human Rights) ہے جسے دسمبر ۱۹۴۸ء میں اقوام متحدہ نے منظوری دی اور آج اسی کو حقوقِ انسانی کا ''منشوراعظم'' کہا جاتا ہے اس کے بالمقابل اسلام میں حقوق انسانی کی تاریخ بہت قدیم ہے اور اس کا سرا اولین انسان (حضرت آدم علیہ السلام) کی تخلیق کے زمانہ سے ملتا ہے۔ دوسرے یہ حقوق بہت ہی مضبوط بنیادوں پر قایم ہیں جس کے پیچھے ایک زبردست قوت نافذہ بھی ہے۔

قرآن کے تصورِ حقوق انسانی کا دوسراامتیازی پہلو یہ ہے کہ اس نے احترام آدمیت اور شرفِ انسانیت کو انسان کے بنیادی حقوق سے منسلک کیا اور یہ خیال پیش کیا کہ انسان کے بنیادی حقوق کا مسئلہ دراصل احترامِ آدمیت کا مسئلہ ہے جس کا ہر انسان بلا کسی تفریق وامتیاز مستحق ہے۔ قرآن نے جگہ جگہ اس پہلو کو ابھارا ہے کہ مخلوقات میں سب سے محترم ومکرم ہستی انسان کی ہے۔ تمام مخلوق میں اسے بہترین ساخت عطا کی گئی، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

ولقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم (التین ۴)	اور ہم نے انسان کو بہترین ساخت پر پیدا کیا

اسی کے ساتھ اسے شرف وفضیلت سے نوازا گیا۔ بے شمار نعمتیں دی گئیں اور کائنات کی ساری چیزوں کو اس کی خدمت کے لئے مسخر کیا گیا ہے۔ ارشاد ربانی ہے۔

ولقد کرمنابنی آدم وحملنٰھم فی البروالبحر ورزقھنٰم مِن الطیبٰت وفضلنھم علیٰ کثیرممن خلقنا تفضیلاً (بنی اسرائیل/۷۰)

ہم نے آدم کو بزرگی دی اور انھیں خشکی وتری میں سواریاں عطا کی اوران کو پاکیزہ چیزوں سے رزق دیااوراپنی بہت سی مخلوقات پرنمایاں فوقیت بخشی۔

الم تروا ان اللہ سخرلکم مافی السمٰوات ومافی الارض (لقمان/۲۰)

کیاتم دیکھتے نہیں کہ زمین وآسمان کی ساری چیزیں تمھارے لئے مسخر کردی ہیں۔

ان سب کے علاوہ اللہ تعالیٰ نے انسان کومسجودملائک بناکراسے مزید عظمت عطا کی۔ فرمان الٰہی ہے:

فاذاسویتہ ونفخت فیہ من روحی فقعوالہ سٰجدین (الحجر/۲۹)

اور جب میں اسے پورا بنا چکوں اوراس میں اپنی روح سے کچھ پھونک دوں توتم سب اس کے آگے سجدہ میں گرجانا

احترام آدمیت وشرف انسانیت کے اس تصورکوقرآن کریم نے عقیدہ توحید کے ذریعہ مزید استحکام بخشا، انسان کو بار باراس حقیقت کی جانب متوجہ کیا کہ یہ عقیدہ انسان کی حقیقی آزادی اوراس کی عظمت وشرافت کا بہترین ضامن ہے اس لئے کہ یہ عقیدہ انسان کواپنی جیسی اوراپنے سے کمتر سینکڑوں وہزاروں چیزوں کی غلامی وبندگی سے نجات دلاکراسے مالک حقیقی کی بندگی میں ڈالتاہےاورصرف اسی ذات واحد کی حاکمیت قبول کرنے کے لئے اسے تیار کرتا ہے۔اس سے بڑھ کرانسان کی آزادی کا منشوراورکیاہوسکتاہےعلامہ اقبال کا یہ شعراسی حقیقت کا ترجمان ہے۔

وہ ایک سجدہ جسے توگراں سمجھتا ہے ہزار سجدوں سے دیتاہےآدمی کونجات

اللہ رب العزت نے قرآن کریم میں بار بار یہ بات انسان کے ذہن نشیں کرائی ہے کہ عقیدہ توحید کے ماننے ہی میں اس کے لئے شرف وفضیلت ہے اور

سربلندی وسرخ روئی ہے۔ اور اسی کے ساتھ اس پر سخت ناپسندیدگی ظاہر کی کہ جس انسان کو اس نے بہترین ساخت عطا کی، جسے علم وفہم کی دولت سے نوازا، جس کی خدمت کے لئے کائنات کی بے شمار چیزوں کو وقف کیا اور جسے مسجود ملائک بنایا وہ انسان خود اپنے ہی جیسے انسانوں یا دوسری مخلوقات کے سامنے جبیں سائی کرے اور اس کی مرحمت کردہ عزت وعظمت کو خاک میں ملا دے۔ اس طرح قرآن کریم یہ حقیقت دل ودماغ میں جاگزیں کرانا چاہتا ہے کہ انسانی حقوق کی ماہیت واہمیت صحیح معنوں میں اس وقت سمجھ میں آسکتی ہے جب ایک مخلوق کی حیثیت سے انسان کی عظمت وفضیلت کو سامنے رکھا جائے اور اس کی جان ومال اور عزت وآبرو کی حرمت کو تسلیم کیا جائے۔

یہاں اس جانب اشارہ بھی ضروری معلوم ہوتا ہے کہ انسان کی عظمت واضح کرنے کے ساتھ قرآن کریم نے اسے بار بار یاد دلایا ہے کہ وہ مٹی سے پیدا کیا گیا ہے۔ اسے ایک نہ ایک روز مرنا ہے اور پھر مٹی میں جانا ہے، نہ تو اس کی زندگی جاوداں ہے اور نہ اس کا مال واسباب اور جاہ ومنصب ہمیشہ رہنے والا ہے جیسا کہ ان آیات سے واضح ہوتا ہے۔

ھو الذی خلقکم من تراب ثم من نطفۃ ثم من علقۃ (المومن/٦٧)	وہی ہے جس نے پیدا کیا تم کو مٹی سے پھر نطفہ سے پھر خون کی ایک پھٹکی سے
منھا خلقناکم وفیھا نعیدکم ومنھا نخرجکم تارۃً اخریٰ (طٰہٰ/٥٥)	اسی سے ہم نے تم سب کو پیدا کیا اور اسی میں تم کو لوٹائیں گے اور پھر اسی سے تم کو دوبارہ نکالیں گے۔
انا نحن نحیی ونمیت والینا المصیر (ق/٤٣)	بے شک ہم ہی زندگی دیتے ہیں اور ہم ہی موت دیتے ہیں اور ہماری ہی طرف لوٹنا ہوگا

مزید براں قرآن نے یہ حقیقت بھی لوگوں کے دلوں میں جاگزیں کی جو کچھ مال واسباب انھیں میسر ہے ان کا حقیقی مالک اللہ ہے انہیں یہ چیزیں امانت کے طور پر محض فائدہ اٹھانے کے لئے ودیعت کی کی گئی ہیں۔ اللہ رب العزت کا ارشاد ہے۔

وللـه مافی السموت والارض والیه ترجع الامور (آل عمران/۱۰۹)	اور جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے وہ سب اللہ کا ہے اوراللہ ہی کے حضور سارے معاملات پیش ہوتے ہیں

ان سب حقائق کی وضاحت سے قرآن کا مقصود یہ ہے کہ انسان کے اندر غرور وتکبر نہ پیدا ہو، اس میں ایسی انانیت نہ پروان چڑھے جو دوسرے کے حقوق کی پامالی کا ذریعہ بنے۔ اسے اگر اقتدار ومنصب نصیب ہو تو وہ اپنے کو مافوق البشر نہ سمجھے اور اگر مال ودولت میسر ہو تو وہ غریب ونادار کو حقیر وذلیل نہ تصور کرے، اسے اگر طاقت وقوت مہیا ہو تو وہ کمزوروں کو ظلم وستم کا نشانہ نہ بنائے۔

اسی ضمن میں انسانی حقوق سے متعلق قرآنی اصول وہدایات کا یہ پہلو بھی قابل ذکر ہے کہ وہ ان حقوق کی حفاظت اورادائیگی کے باب میں کسی امتیاز کو روا نہیں رکھتا۔ جان، مال وآبرو کی حرمت اور نجی زندگی کے تحفظ کا مسئلہ ہو یا سماجی ومعاشی تحفظ کا معاملہ ہو یا اظہار رائے کی آزادی اور مساوات وانصاف کی بات ہو قرآن مجید ان تمام امور میں انسان انسان میں تفریق کرنے کا سخت مخالف ہے۔ وہ اہل ایمان کو اس بات کا پابند بناتا ہے کہ وہ حقوق انسانی کی ادائیگی میں رنگ ونسل اور مذہب وعلاقہ کی بنیاد پر کوئی امتیاز نہ برتیں اورامیر وغریب، طاقت ور وکمزور، مسلم وغیر مسلم، موافق ومخالف، ملکی وغیر ملکی ہر ایک سے تعلقات ومعاملات میں ان حقوق کا پورا پورا خیال رکھیں تاکہ معاشرہ میں امن وامان کی فضا قایم رہے۔ یہ بات قرآن کریم کی ان آیات کے مطالعہ سے اچھی طرح سمجھی جاسکتی ہے جن میں اللہ رب العزت نے بالکل عام انداز میں لوگوں کے جان ومال اورعزت کے تحفظ اوران کے ساتھ مساویانہ، منصفانہ اور کریمانہ برتاؤ کی ہدایات دی ہیں اوران میں سے بہت سی آیات میں

مخاطب براہِ راست مومنین ہیں۔اسی طرح قتل، غارتگری، شراب نوشی وآبروریزی، تحقیرو دل آزاری، غیبت وخیانت، چغل خوری وفریب کاری اورغرور گھمنڈ جیسی برائیوں سے اجتناب کی تاکید بالکل عام ہے۔اس وضاحت کی چنداں ضرورت نہیں کہ ان میں سے ہرایک برائی کسی نہ کسی انسانی حق کی پامالی میں منتج ہوتی ہے۔انسانی حقوق سے متعلق قرآن کی جامع تعلیمات اوران کی عمومیت کی تفصیل میں یہاں جانے کی گنجائش نہیں لیکن کم ازکم ایک مثال پیش کرنی ضروری معلوم ہوتی ہے۔

انصاف کا ملنا ہرانسان کا بنیادی حق ہے اوراس پہلو سے اس حق کی اہمیت اورزیادہ ہے کہ دوسرے انسانی حقوق کے تحفظ اوران پردست درازی کی صورت میں ان کی بازیابی میں بھی یہ بہت موثر ثابت ہوتا ہے۔قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کومخاطب کرتے ہوئے بلاکسی استثناء تمام لوگوں کے ساتھ عدل وانصاف کا برتاؤ کرنے کی ہدایت دی ہے خواہ اس کی زدخودان پران کے گھروالوں یااعزہ واقربا پر کیوں نہ پڑے یاداد طلبی کسی امیر کی جانب سے ہو یاغریب کی جانب سے۔اسی کے ساتھ اہل حکومت کوبھی یہ حکم دیا گیا ہے کہ وہ اس بات کویقینی بنائیں کہ معاشرہ میں عدل وانصاف کابول بالا ہو۔کسی کے ساتھ خواہ وہ کتنا ہی کمزور کیوں نہ ہو بے انصافی نہ ہونے پائے۔درحقیقت عدل وانصاف برپاکرنا اسلامی حکومت کے قیام کا بنیادی مقصد قرار دیا گیا ہے۔اس طرح قرآن مسلمانوں کوانفرادی واجتماعی دونوں طور پر عدل وانصاف کا معاملہ کرنے کی تلقین کرتا ہے۔ان سب سے اہم بات جس پر یہاں خاص زور دینا مقصود ہے وہ یہ کہ انھیں صاف طور پر یہ ہدایت دی گئی ہے کہ کسی کی مخالفت یادشمنی عدل وانصاف کے اصولوں کو برتنے میں قطعاً حارج نہ آئے بالفاظ دیگر انصاف کا مظاہرہ صرف اپنوں سے نہیں بلکہ غیروں وسخت ترین دشمنوں کے ساتھ بھی کرنا ہے۔اِن ہدایات سے نہ صرف عدل وانصاف کے باب میں قرآن کا اعلیٰ مثالی تصورواضح ہوتا ہے بلکہ انسانی حقوق کے تحفظ کے تئیں اس کا شدت اہتمام بھی آشکارا ہوتا ہے۔قرآن کی درج ذیل آیات سے یہی حقائق اخذ ہوتے ہیں۔

یاایھاالذین آمنوا کونوا قوامین بالقسط شھداء للہ ولوعلی انفسکم اوالوالدین والاقربین وان یکن غنیاً اوفقیراً فاللہ اولیٰ بھما فلا تتبعوا الھویٰ ان تعدلو وان تلوٗا اوتعرضوا فان اللہ کان بما تعملون خبیراً (النساء/۱۳۵)

اے ایمان والوانصاف کے علمبردار اورخداواسطے گواہ بنوگرچہ تمہارے انصاف اورتمہاری گواہی کی زدخودتمھاری اپنی ذات پر یاتمہارے والدین پر اور رشتہ داروں پر کیوں نہ پڑتی ہو۔فریق معاملہ خواہ مالدارہویاغریب، اللہ تم سے زیادہ ان کاخیرخواہ ہے۔لہذااپنی خواہش نفس کی پیروی میں عدل سے بازنہ رہو اوراگرتم نے لگی لپٹی بات کہی یاسچائی سے پہلوبچایا توجان رکھوکہ تم جوکچھ کرتے ہواللہ کواس کی خبرہے۔

واذا حکمتم بین الناس ان تحکموا بالعدل (النساء/۵۸)

اورجب لوگوں کے درمیان فیصلہ کروتوعدل کے ساتھ کرو۔

واذاقلتم فاعدلواولوکان ذاقربیٰ (الانعام/۱۵۲)

اورجب تم کوئی بات کہوتوانصاف سے کام لوچاہے وہ تمہاراقریبی عزیز ہی کیوں نہ ہو

لقدارسلنا رسلنا بالبینت وانزلنا معھم الکتاب والمیزان لیقوم الناس بالقسط (الحدید/۲۵)

اورہم نے اپنے رسولوں کوکھلی نشانیوں کے ساتھ بھیجااوران کے ساتھ کتاب ہدایت اور(عدل وانصاف کی) میزان نازل کی لوگ انصاف پرقایم رہیں۔

ولایجرمنکم شنأن قوم علی الاتعدلوا۔ اعدلوا ھو اقرب للتقویٰ (المائدہ/۸)

اورکسی گروہ کی دشمنی تم کواس پر نہ ابھارے کہ (ان کے ساتھ) انصاف نہ کرو۔انصاف کرویہ تقویٰ سے زیادہ قریب ہے۔

قرآن کریم کی یہ تعلیمات وہدایات آج کے ماحول بالخصوص انسانی حقوق

کے جدید نام نہاد علم برداروں کے طرز عمل کے سیاق میں کافی اہمیت رکھتی ہیں جو اپنے ملک کے لوگوں، اپنے ہم نسلوں وہم مذہبوں کی نسبت سے انسانی حقوق کی پاسداری میں بڑے سرگرم نظر کرتے ہیں لیکن دوسرے ملک کے لوگوں بالخصوص اہل اسلام کی جان مال وعزت کی حرمت کو تارتار کرتے ہوئے انسانی حقوق کے تمام اسباق بھول جاتے ہیں یا بھلادیتے ہیں اور اس طرح اس باب میں دوہرے معیار یا دوغلاپن کا مظاہرہ کرتے ہوئے خود اپنے تصور حقوق انسانی کے کھوکھلا پن کو ثابت کرتے ہیں۔

انسانی حقوق سے متعلق قرآن کا یہ نقطہ نظر بھی کافی اہمیت کا حامل ہے کہ وہ حقوق کے حصول پر زور دینے یا طلب حقوق کی تدبیریں سکھانے کے بجائے لوگوں کو ان کے فرائض یاد دلاتا ہے اور مختلف پیرایوں میں انہیں یہ تاکید کرتا ہے کہ ان پر دوسروں کے جو حقوق ہیں انہیں دیانتداری سے ادا کریں۔اس کا یہ مطلب نہیں کہ قرآن طلب حق یا اس کے لئے جدوجہد کی اجازت نہیں دیتا بلکہ اصل بات یہ ہے کہ قرآن فرائض کی بجا آوری اور حقوق کی ادائیگی کے لئے ذہن کی تعمیر کو زیادہ اہمیت دیتا ہے اور ایک ایسا معاشرہ قایم کرنا چاہتا ہے جس میں حقوق کے لئے دعویٰ، مطالبہ واحتجاج کی ضرورت ہی نہ پڑے۔ یہ بات بدیہی ہے کہ ہر فریضہ یا حق کی ادائیگی کسی نہ کسی حق کی تکمیل میں منتج ہوتی ہے، اگر معاشرہ کا ہر فرد اپنے اوپر عاید ہونے والا حق دیانت داری سے پورا کرتا رہے تو حقوق کے مطالبہ کا سوال کیسے پیدا ہوگا اور حق تلفی کا مسئلہ کہاں کھڑا ہوگا، مثال کے طور پر قرآن نے اہل دولت واصحاب ثروت کو بار بار یہ یاددہانی کرائی ہے کہ ان کے مال میں غریبوں وناداروں کا حق ہے:

وفی اموالھم حق للسائل والمحروم (الذاریات/۱۹)	ان کے مال میں مانگنے والوں اور ناداروں کا حق ہے)

اسی طرح ایک دو نہیں متعدد مقامات پر انفقوا فی سبیل الله، آتوا الزکوۃ (اللہ کی راہ میں خرچ کرو، زکوۃ ادا کرو) کے الفاظ سے خطاب کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے انہیں زکوۃ وصدقات کی ادائیگی کی تلقین کی ہے اور مختلف قسم کی تمثیلات کے ذریعہ اس

حق کی ادائیگی کے فیوض وبرکات واضح کیے ہیں اوراس سے غفلت کے وبال ونقصان پرانہیں متنبہ کیا ہے۔ یہ امر بدیہی ہے کہ اگر اغنیاء ودولت منداپنے حق کی ادائیگی میں پابندی وودیانتداری کا مظاہر کرتے رہیں تو غرباء ومساکین اورحاجت مندوں کے حقوق پورے ہوتے رہیں گے اور معاشرہ کے کمزور وبے سہارا لوگوں کوسماجی تحفظ بھی فراہم ہوتا رہے گا، نہ تو انھیں دردر کی ٹھوکریں کھانی پڑیں گی اور نہ انھیں اپنے حقوق ومطالبات کے لئے واویلا مچانے کی ضرورت ہوگی انسانوں کے حقوق کے تحفظ یا حق داروں کوان کے حق کی وصولیابی یقینی بنانے کا یہ آسان وفطری طریقہ ہے جسے قرآن نے اپنایا ہے۔ انسانی حقوق کی راہ میں قرآن کا یہ بہت ہی انقلابی تصور ہے کہ لوگوں کوان پر عاید ہونے والا حق یاددلایا جائے اوراس کی ادائیگی پر زور دیا جائے۔ اس کے برعکس مغرب میں انسانی حقوق کا جوتصور پایا جاتا ہے اس میں حقوق کی طلب، ان کے حصول کے لئے بھاگ ودوڑ، ان پر دست درازیوں کے خلاف دفاعی اقدامات پر زیادہ زور ملتا ہے، بلکہ انہی چیزوں کواولیت واہمیت دی جاتی ہے اوراسکا نتیجہ یہ ہے کہ حقوق کے مسئلہ پر فرد وریاست کے مابین مسلسل کشمکش اورعوام کے مختلف طبقوں میں مستقل تصادم کا ماحول نظر آتا ہے اوراسی لئے جدید تصور میں ان حقوق کی نوعیت دفاعی وحفاظتی Defensive and Protective ہوکر رہ گئی ہے جب کہ اسلام میں یہ مثبت ومستقل حیثیت رکھتے ہیں جوقرآن وسنت سے واضح طور پر ثابت ہیں۔ یہاں یہ بھی واضح رہے کہ قرآن کریم میں اللہ رب العزت نے بنی نوع انسان کے مختلف طبقات کوخطاب کرکے ان کے فرائض وحقوق کی وضاحت کی ہے اوران کی ادائیگی کی تاکید کرتے ہوئے یہ حقیقت بیان کی ہے کہ اسی میں ان کی خیر ہے اور پورے معاشرہ کی بھلائی بھی۔ اقرباء، مساکین ومسافروں کے حق کو یاددلاتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

فآت ذاالقربیٰ حقه والمسکین وابن السبیل ذالك خیرللذین یریدون وجه الله واولئك هم المفلحون (الروم/۳۸)

پس رشتہ دار کو اس کا حق دے اور مسکین و مسافر کا بھی حق ادا کر۔ یہ ان لوگوں کے باعثِ خیر ہے جو اللہ کی رضا کے طالب ہیں اور یہی لوگ کامیاب ہونے والے ہیں

اسی طرح یتیموں کے حق کی ادائیگی کی تاکید ان الفاظ میں کی گئی:

وآتوا الیتامیٰ اموالهم ولاتتبدلوا الخبیث بالطیب ولاتاکلوا اموالهم الی اموالکم انه کان حوباً کبیراً (النساء/۲)

اور یتیموں کے مال ان کے حوالہ کردو۔ نہ (اپنے) برے مال کو (ان کے) اچھے مال سے بدلو اور نہ ان کے مال کو اپنے مال کے ساتھ گڈمڈ کر کے اس کو ہڑپ کرو۔ بے شک یہ بڑا گناہ ہے۔

باغبانی کرنے والوں یا کھیتی باڑی میں مصروف رہنے والوں کو بھی اللہ تعالیٰ نے تلقین فرمائی کہ ان پر بھی کچھ حق عائد ہوتا ہے اور وہ یہ کہ جب پھل تیار ہو جائیں یا فصل کٹ جائے تو اس سے فائدہ اٹھائیں اور اللہ کے بنائے ہوئے ضابطہ کے مطابق اس میں دوسروں کو بھی شریک کریں خاص طور سے ان لوگوں کو جو اس سے محروم ہیں۔ اسی کا نام اس کے حق کی ادائیگی ہے۔

ارشاد خداوندی ہے:

کلوا من ثمره اذااثمر وآتوا حقه یوم حصاده ولاتسرفوا انه لایحب المسرفین (الانعام/۱۴۱)

ان کے پھلوں سے فائدہ اٹھاؤ جب وہ پھلیں اور اس کی کٹائی کے وقت اسکا حق ادا کرو اور فضول خرچی نہ کرو بے شک اللہ فضول خرچی کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

ظاہر ہے کہ کسی مال کو بیجا خرچ کرنا یا کسی چیز کا بلاضرورت استعمال کرنا ان

لوگوں کا حق مارنا ہے جو اس میں حقدار ہوتے ہیں، یا بالفاظ دیگر انسانی حق کو تلف کرنا ہے۔ اسی لئے قرآن کریم میں اس کی سخت ممانعت آئی ہے اور اس کی خلاف ورزی کرنے والوں سے سخت ناپسندیدگی ظاہر کی گئی ہے۔

قرآن کریم کے تصور حقوق انسانی کی ایک نمایاں خصوصیت اس کی وسعت و جامعیت ہے قرآن کی رو سے انسانی حقوق محض ان حقوق سے عبارت نہیں جو ایک آزاد و خودمختار ریاست کے بالمقابل اس کے شہریوں کو ملنے چاہئے یا ان سے مراد صرف وہ اصول وضوابط نہیں جو ہنگامی حالات اور کچھ مخصوص واقعات کے پس منظر میں وضع کیے جاتے ہیں۔ درحقیقت قرآن حقوق انسانی کا جو تصور رکھتا ہے وہ انسان کی حالت جنین سے لے کر زندگی کے آخری مراحل بلکہ قبر کی مٹی میں مل جانے تک پھیلا ہوا ہے۔ اجتماعی زندگی میں انسان مختلف حیثیتوں یا نسبتوں سے ایک دوسرے سے جڑا ہوا ہے۔ یہ ربط و تعلق اور سماجی و اقتصادی امور میں اشتراک ایک دوسرے پر بہت سے حقوق ساتھ لاتا ہے قرآن کا تصور حقوق انسانی ان سب کو محیط ہے۔ حدیث میں ان کی تشریح اور فقہی کتب میں ان کی تفصیلات ملتی ہیں۔

انسانی حقوق میں حرمتِ جان یا انسان کے جینے کے حق اور اس کے تحفظ کو حد درجہ اہمیت حاصل ہے۔ اس سے بلند اس حق کا تصور اور کیا ہو سکتا ہے کہ قرآن کریم نے نہ صرف یہ کہ ناحق قتل کی سخت ممانعت کی اور اس کی خلاف ورزی کی صورت میں سخت ترین سزا متعین کی، بلکہ ایک شخص کے قتل کو پوری انسانیت کا قتل قرار دیا اس لئے کہ جو شخص کسی کو ناحق قتل کرتا ہے وہ صرف ایک فرد کی جان نہیں لیتا بلکہ یہ ثابت کرتا ہے کہ اس کا دل حیاتِ انسانی کے احترام سے اور ہمدردی کے جذبہ سے خالی ہے لہٰذا وہ پوری انسانیت کا دشمن ہے کیوں کہ جو صفت اس میں پائی جاتی ہے وہ اگر دوسرے انسانوں میں بھی پائی جائے تو پوری نوع کا خاتمہ ہو جائے گا۔

اللہ رب العزت کا فرمان ہے:

من قتل نفساً بغیر نفس او فساد فی الارض فکانما قتل الناس جمیعا (المائدہ/۳۲)

جس نے کسی انسان کو خون کے بدلے یا زمین میں فساد برپا کرنے کے سوا کسی اور وجہ سے قتل کیا اس نے گویا تمام انسانوں کو قتل کیا

اسلام کی نگاہ میں حرمت جان کی پامالی کتنا بڑا جرم ہے اس سے بھی واضح ہوتا ہے کہ قاتل اگر غیر مسلم ہے تو اس کے اسلام لانے پر بھی قصاص معاف نہیں ہوگا۔ اسلامی شریعت میں اس انسان کی جان بھی قابل احترام ہے جو ابھی شکم مادر میں ہے، ماں کو جسمانی اذیت دینے کی وجہ سے اگر بچہ کی جان جاتی ہے تو اس جرم کا مرتکب موجب سزا قرار پائے گا۔ اسی طرح اگر حاملہ عورت کسی جرم کی وجہ سے سزائے موت کی مستحق قرار پاتی ہے تو نہ صرف بچہ کی ولادت بلکہ اس کی پرورش پانے تک ماں کے لئے سزا کا نفاذ موقوف رہے گا۔ اسی کے ساتھ یہ بھی قابل توجہ ہے کہ قرآن وسنت کی رو سے اس دنیا میں قدم رکھتے ہی ایک بچہ کو نہ صرف حق پرورش وتربیت کی ضمانت مل جاتی ہے بلکہ اس کا حق ملکیت وجائداد بھی محفوظ ہو جاتا ہے مزید براں کسی شخص کی وفات کے بعد اس کے مردہ جسم کے احترام کی پوری پوری تاکید اسلام میں ملتی ہے شریعت میں اس کی لاش کو مثلہ بنانے یا کسی قسم کی بے حرمتی کی سخت ممانعت کی گئی ہے اور اس باب میں اسلام کوئی تفریق روا نہیں رکھتا۔

قرآن کریم میں انسان کی عزت وآبرو کو بھی پورا پورا تحفظ فراہم کیا گیا ہے اس نے معاشرتی زندگی کے جو اصول بیان کیے ہیں ان میں کسی کا مذاق اڑانے، کسی کو برے لقب سے یاد کرنے اور غیبت، بدگمانی وبہتان طرازی سے احتراز کی سخت ہدایت دی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

لا یسخر قوم من قوم عسیٰ ان یکونوا خیراً منھم (الحجرات/۱۱)

کوئی گروہ کسی دوسرے گروہ کا مذاق نہ اڑائے ہوسکتا ہے وہ ان سے بہتر ہوں

ولا تنابزوا بالالقاب (الحجرات/۱۱)

ایک دوسرے کو برے لقب سے نہ پکارو

ولاتلمزوا انفسکم (الحجرات/۱۱)	اور ایک دوسرے پر طعن نہ کرو
ولاتجسسوا ولا یغتب بعضکم بعضا (الحجرات/۱۲)	ایک دوسرے کی ٹوہ میں نہ رہو اور نہ بعض بعض کی غیبت کرے،

اس طرح قرآن میں عورتوں پر تہمت لگانے کی ممانعت اور ان پر بدکاری کا الزام ثابت نہ کرنے کی صورت میں سخت ترین سزا کی جو ہدایت ملتی ہے اس سے ناموسِ خاتون کے تحفظ کا خصوصی اہتمام واضح ہوتا ہے۔ مزید براں کسی کے گھر میں بلا اجازت داخلہ اور تجسس وعیب جوئی کی ممانعت سے انسان کی نجی زندگی کے تحفظ کا حق (Right of Privacy) ثابت ہوتا ہے۔ ان سب کے علاوہ قرآن کریم میں انسان کی عزت وآبرو کے تحفظ کو کس قدر اہمیت دی گئی ہے اس کا اندازہ اس سے بھی لگایا جا سکتا ہے اگر کسی حق کی ادائیگی یا فریضہ کی انجام دہی میں دوسرے کی عزتِ نفس مجروح ہوتی ہے تو اسے روا نہیں رکھا گیا ہے۔ مثال کے طور پر اگر کوئی صاحب دولت غرباء ومساکین کے حق کو ادا کرتے ہوئے کسی غریب پر صدقہ وخیرات کرتا ہے لیکن اسی کے ساتھ وہ اس پر احسان جتاتا ہے یا وہ چاہتا ہے کہ وہ غریب ہر وقت اس کے سامنے سرنگوں رہے، اس کی ہمیشہ وہر حال میں ہم نوائی کرے اور اس کی بیگار کرے یا صاحب مال محتاج وغریب کو (جس کی وہ مدد کر رہا ہے) بہ نظر حقارت دیکھے یا اسے تکلیف پہنچائے تو یہ صدقہ وخیرات قرآن کی نگاہ میں مقبول نہیں ہوگا۔

ارشاد ربانی ہے:

یاایھاالذین آمنوا لاتبطلوا صدقاتکم بالمن والاذی (البقرہ/۲۶۴)	اے ایمان والوں اپنے صدقات کو احسان جتا کر اور دکھ دے کر بے کار نہ کرو
قول معروف ومغفرۃ خیرمن صدقۃ یتبعھا اذیً (البقرہ/۲۶۳)	ایک اچھی بات اور معافی اس خیرات سے بہتر ہے جس کے پیچھے دکھ ہو

مزید براں قرآن کی یہ بھی تعلیم ہے کہ اگر کوئی شخص کسی سائل یا مانگنے والے

کو کسی وجہ سے کچھ نہ دینا چاہے تو اسے اختیار ہے لیکن اس کے ساتھ کوئی ایسا طرز عمل نہ اختیار کرے جس سے اس کی عزت نفس کو ٹھیس لگے یا اس کی حقارت و ذلت ظاہر ہو۔ اللہ تعالی کا صاف صاف ارشاد ہے۔

واما السائل فلا تنهر (الضحی ۱۰) اور سائل کو نہ جھڑکو

واقعہ یہ ہے کہ کمزور و بے سہارا افراد کی عزت نفس کے تحفظ کی اس سے بڑھ کر ضمانت اور کیا ہو سکتی ہے جسے قرآن مہیا کرتا ہے۔

سماج کے کمزور، بے سہارا و نادار لوگوں (Have-Nots) کا معاشی تحفظ بھی انسانی حقوق سے تعلق رکھتا ہے۔ قرآن کی رو سے یہ حق اجتماعی طور پر پورے معاشرہ بالخصوص اصحاب مال پر عاید ہوتا ہے اور اسلامی ریاست کی بنیادی ذمہ داریوں میں بھی اس حق کی ادائیگی شامل ہے۔ قرآن کریم نے زکوۃ اور صدقات واجبہ و نافلہ کے ذریعہ معاشی تحفظ کے اہتمام پر کافی زور دیا ہے یہ بڑی اہم بات ہے کہ قرآن کریم نے زکوۃ کے جو ۸ متعین مصارف بیان کیے ہیں ان میں واضح طور پانچ کا تعلق اسی طبقہ کے لوگوں یعنی فقراء، مساکین، مقروض، غلام و مسافر سے ہے اور بہت سے علماء کے نزدیک ''فی سبیل اللہ'' کی مد میں بھی یہ لوگ شامل کیے جا سکتے ہیں۔ آج نادار، غرباء و لاچار یا معاشر کے کمزور طبقوں کی فلاح و بہبود کے نعرے بہت بلند کیے جاتے ہیں اور دستور یا ملک کے قوانین میں اس کے لئے باقاعدہ رہنما اصول متعین کیے جاتے ہیں لیکن قرآن نے جس واضح انداز میں یہ اعلان کیا کہ اصحاب مال کے مال میں سائلین و محرومین کا حق ہے (وفی اموالهم حق للسائل والمحروم) اور پھر حدیث میں جس انداز میں تاکید کی گئی ہے کہ ''ان فی المال حقا سوی الزکوٰۃ'' (مال میں زکوۃ کے علاوہ بھی حق ہے) اس سے یہی واضح ہوتا ہے کہ اصحاب دولت یہ نہ سمجھیں کہ زکوٰۃ کی ادائیگی سے کمزور و بے سہارا طبقات کے تئیں ان کی ذمہ داری ختم ہوگئی، بلکہ زکوٰۃ کے علاوہ بھی ان سے انفاق مال مطلوب ہے تا کہ ان لوگوں کی کفالت ہوتی رہے۔ اس لئے فقہاء نے اسلامی ریاست کو یہ اختیار دیا ہے کہ اگر

معروف ومتعینہ محاصل سے حکومت کی بنیادی ضروریات کی تکمیل اورعوام کا معاشی تحفظ ممکن نہ ہوتو وہ اصحاب ثروت پر مزید محصول عاید کرسکتی ہے۔اس کے علاوہ قرآن نے کسب مال، جمع مال وصرف مال کے ان تمام طریقوں کوممنوع قرار دیا ہے جن سے سماج کے کمزور ونادار لوگوں کا استحصال ہوتا ہے یا ان کا حق مارا جاتا ہے اس میں سود، ذخیرہ اندوزی، رشوت، فضول خرچی وبخل اوراس طرح کی تمام چیزیں شامل ہیں۔ اسی کے ساتھ یہاں یہ وضاحت بھی ضروری معلوم ہوتی ہے کہ قرآن نے اصحاب مال وجائداد کے حق ملکیت کو نہ صرف تسلیم کیا ہے بلکہ اس کے تحفظ کے اصول بھی بیان کیے ہیں ایک دونہیں متعدد آیات میں حلال وجائز ذرائع سے کسب مال وحصول رزق کی تاکیداور ناجائز طور پر مال کے استعمال کی ممانعت ملتی ہے۔اس سے خود قرآن کی نگاہ میں حق ملکیت کے تحفظ کی اہمیت ثابت ہوتی ہے۔اس لئے کہ ناجائز یا غلط طور پر حاصل کیا ہوا مال کسی نہ کسی کے مال واسباب پر دست درازی کا نتیجہ ہوتا ہے۔قرآن کی روسے حق ملکیت کی (Sanctity) کا اندازہ ان آیات سے بھی لگایا جاسکتا ہے جو یتیم کے مال کی دیکھ ریکھ یا ان کے استعمال سے تعلق رکھتی ہیں۔

ولا تقربوا مال اليتيم الا بالتی هی احسن حتی یبلغ اشده (بنی اسرائیل/۳۴)	یتیم کے مال کے پاس نہ پھٹکو مگر احسن طریقہ سے یہاں تک کہ وہ شباب کو پہنچ جائیں
ان الذین یاکلون اموال الیتامیٰ ظلماً انما یاکلون فی بطونهم ناراً وسیصلون سعیراً (النساء/۱۰)	جولوگ یتیموں کا مال ظلم کے ساتھ کھاتے ہیں درحقیقت وہ اپنے پیٹ آگ سے بھرتے ہیں اور وہ ضرور جہنم کی بھڑکتی ہوئی آگ میں جھونکے جائیں گے۔

ولاتـاکلـوا اسرافـا وبدارآ ان یکبروا (النساء/٦)

اور ایسا کبھی نہ کرنا کہ حدانصاف سے تجاوز کرکے اس خوف سے ان کے مال جلدی جلدی کھاؤ کہ وہ بڑے ہوکر (اپنے حق کا مطالبہ کریں گے)

ظاہر ہے کہ ان آیات کے مخاطب خاص طور سے ان کے ولی یا نگراں ہیں جو ان کی دیکھ ریکھ کے ذمہ دار ہوتے ہیں۔ انہیں بھی مختلف انداز میں سماج کے اس کمزور طبقہ کے حق ملکیت کی نگہداشت کی پوری پوری تاکید کی گئی ہے۔

حق ملکیت سے متعلق قرآن وحدیث کے انہی تصورات کے تحت فقہی کتابوں میں یہ جزئیہ ملتا ہے کہ کسی مسلمان یا ریاست کے اہلکار کے لئے جائز نہیں کہ وہ ذمیوں کی ان چیزوں کو نقصان پہنچائے یا تباہ برباد کرے جو (مثلاً خنزیر وشراب کے برتن) اسلامی نقطۂ نظر سے حرام وناپاک ہیں اور جن کا دارالاسلام میں لانا یا رکھنا صحیح نہیں ہے اس لئے کہ ان کی حرمت کے باوجود ان پر ان کے غیر مسلم مالک کا حق ملکیت مسلّم وقابل احترام ہے۔ یہ اور بات ہے کہ ایسے ذمی اسلامی ریاست کے ضابطہ کی خلاف ورزی کی وجہ سے موجب سزا قرار دیئے جائیں گے۔

یہ قرآن کے بیان کردہ انسان حقوق کی چند مثالیں تھیں ورنہ حقیقت یہ ہے کہ آج انسانی حقوق کے ضمن میں جو مسائل ذکر کیے جاتے ہیں ان سب سے متعلق قرآن کی واضح ہدایتیں ملتی ہیں خواہ ان کا تعلق اظہار رائے کی آزادی سے ہو یا اجتماع وتنظیم کی تشکیل کی آزادی سے، یا وہ ظلم کے خلاف احتجاج سے تعلق رکھتے ہوں یا حقِ چارہ جوئی سے۔ ان سب کی تفصیل میں یہاں جانے کی گنجائش نہیں لیکن قرآن کے تصورحقوق انسانی کی وسعت کی نسبت سے یہ وضاحت مناسب معلوم ہوتی ہے کہ انسانی زندگی کے مختلف شعبوں (عقاید، عبادات، معاملات، معاشرت ومعیشت، سیاست وحکومت، صلح وجنگ وغیرہا) میں سے کوئی ایسا شعبہ نہیں کہ جس سے متعلق قرآن وحدیث کی تعلیمات اور اسلامی شریعت کے ضوابط میں انسانی حقوق کی رعایت اور ان کے تحفظ کی ضمانت نہ ملتی ہو۔ اور باقی مسائل کو چھوڑ دیجئے خالص

عبادات سے متعلق قرآن وحدیث کے اصول وضوابط اور فقہی تشریحات کا گہرائی سے مطالعہ کیا جائے تو ان میں بھی انسانی حقوق کی پاسداری کے مظاہر نظر آئیں گے۔ مثال کے طور پر شدید بھوک یا طبعی ضروریات لاحق ہونے کی صورت میں نماز کی ادائیگی میں تاخیر کی اجازت، بوڑھے، مریض وضرورتمندوں کی رعایت میں جماعت کی نماز مختصر پڑھنے کی ہدایات، مریض کے لئے وضو کے بجائے تیمم کی اجازت بوڑھے والدین کی خدمت کے تقاضے کو حج کی ادائیگی وجہاد میں شرکت پر مقدم کرنے کا اصول، سفر کی حالت یا مرض کے بڑھ جانے کے اندیشہ کی صورت میں روزہ چھوڑ دینے کی رخصت اور سونے یا چاندی کے نصاب کے مقدار سے کم ہونے کی صورت میں دونوں کو ملا کر نصاب بنانے کا ضابطہ (تاکہ زکوٰۃ واجب ہوجائے اور غرباء و مساکین کا حق ثابت ہوجائے)

مختصر یہ کہ قرآن کریم کے اوامر ونواہی کا گہرائی سے تجزیہ کیا جائے تو یہ حقیقت واضح ہوگی کہ سماجی ومعاشی اور اخلاقی زندگی سے متعلق کوئی ایسا حکم قرآنی نہیں ہے جس کی بجاآوری سے کسی نہ کسی انسانی حق کی ادائیگی نہ ہوتی ہو اور اس پر عمل آوری کے مقررہ اصول وضوابط میں انسانی حقوق کی رعایت نہ ملتی ہو۔ سچائی دیانت داری، امانت داری، ایفاء وعدہ ہمدردی، احترام انسانیت، حسنِ سلوک، عفو ودرگذر، صبر وتحمل اور تواضع وانکساری سے متعلق قرآنی ہدایات کا تجزیہ یا تجربہ کرکے دیکھ لیں ان میں سے ہر ایک پر عمل کرنے سے کسی نہ کسی انسانی حق کی تکمیل بدیہی طور پر سامنے آئے گی۔ یہ بات بالکل واضح ہے کہ دیانت داری وامانت داری کے اصولوں پر عمل کرنے سے دوسروں کے مالی حقوق کو تحفظ ملے گا، تواضع، صبر وتحمل اور عفو ودرگذر کی راہ اپنانے سے لوگ یقینی طور پر تحقیر وتذلیل اور مالی وجانی نقصانات کے خطرات سے بچے رہیں گے یعنی ان کی تکریم اور ان کے جان ومال کی حرمت کا حق محفوظ رہے گا۔ اسی طرح قرآن کریم کے ممنوعات کے بارے میں غور وفکر سے یہ نکتہ سامنے آئے گا کہ ان کا ایک بہت بڑا مقصد یا تو انسانی حقوق کا تحفظ یا ان کی پامالی کا سدباب ہے۔ مثال کے طور پر شرب خمر وتہمت کی ممانعت لازمی طور پر انسان کی عزت وآبرو کو تحفظ

فراہم کرتی ہے۔ غیبت، تجسس وعیب جوئی سے اجتناب کا حکم شخصی زندگی یا پرائیوٹ لائف کی حفاظت کی ضمانت دیتا ہے۔ اسی طرح قرآن نے قتل وخوں ریزی، چوری وڈکیتی، خیانت، غصب وفریب کاری کو ممنوع قرار دے کر جان، مال وملکیت کے حق کے تحفظ کا اہتمام فرمایا، مزید براں غرور وتکبر کی ممانعت میں انسان کو تحقیر وتنقیص سے بچانے کی تدبیر نظر آتی ہے۔

آخر میں اس حقیقت کا اظہار پھر ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اسلام دین فطرت ہے یہ ساری انسانیت کے لئے باعث رحمت ہے یہ ذات باری تعالیٰ کا پسندیدہ دین ہے جو انسانی فطرت کا خالق ہے اور رب العالمین وارحم الراحمین بھی۔ اس دین کے ہر جزو میں انسانی فطرت کی عکاسی ملتی ہے۔ قرآن کریم اس کی شرح حدیث نبویؐ اول تا آخر حقوق انسانی کی ادائیگی اور ان کی پاسداری کی ہدایات سے معمور ہیں۔ اس دین کے مقررہ نظام حیات کے ہر پہلو میں انسانی حقوق کی رعایت ملتی ہے اور اس کے قوانین ان کے تحفظ کی بہترین ضمانت فراہم کرتے ہیں۔ درحقیقت آج دنیا میں جہاں کہیں بھی انسان کے بنیادی حقوق کی آواز سنائی دے رہی ہے یا ان کا احساس بیدار ہو رہا ہے وہ سب ہدایات ربانی اور تشریحات نبویؐ کا پرتو ہیں نہ کہ "ترقی یافتہ" انسانوں کی فکری ایجادات کا ثمرہ یا انسانی تہذیب وتمدن کے فروغ کا مظہر ہیں جیسا کہ اہلِ مغرب کی خام خیالی ہے۔ اللہ کرے ہم سب اس حقیقت کو سمجھ جائیں اور دوسروں کو سمجھانے کی ہمیں توفیق نصیب ہو کہ اسلامی طریقہ زندگی کو اپنانے میں ہی اس دنیا میں سکون واطمینان ہے اور آخرت کی ہمیشہ ہمیش کی زندگی میں بھی کامیابی ہے۔

☆☆☆